ڈاکٹر محمود الحسن عارف *

# حضرت شیخ عبدالمجید لدھیانویؒ
## ایک عظیم معمار قوم

حضرت شیخ لدھیانویؒ وفاق المدارس العربیہ ملتان ڈویژن کے اجلاس میں دینی مدارس کے بارے میں حکومتی تحریک کے خلاف ایک جذباتی تقریر فرمانے کے بعد شدت جذبات سے مغلوب ہوکر اپنے سفر آخرت بلکہ سفر جنت پر روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

2۔فروری 2015 بروز پیر کو مولانا کا جنازہ اس شان سے اٹھا کہ بلا شبہ، نہ صرف کہروڑ پکا بلکہ شاید جنوبی پنجاب کا یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ نماز جنازہ کے لیے شہر سے باہر دس ایکڑ کے قریب جگہ صاف کی گئی تھی، مگر وہ بھی کم پڑ گئی تھی اور بلا شبہ لاکھوں افراد نے مولانا کے جنازے میں شریک ہو کر ان کی عظیم خدمات کو خراج تحسین ادا کیا۔ مولانا سلیم اللہ خان صاحب (مدظلہ) نے ہزاروں علماء اور لاکھوں عوام کی موجودگی میں حضرت شیخ کا جنازہ پڑھایا اور حضرت کو لاکھوں سوگواروں کی موجودگی میں باب العلوم کہروڑ پکا سے متصل ان کی ذاتی پلاٹ میں دفن کر دیا گیا۔

### ا: مولد و مسکن اور ابتدائی تعلیم و تربیت

حضرت شیخ کے والد محترم حافظ محمد یوسفؒ صاحب متحدہ ہندوستان کے قصبے سلیم پور (۴۔۵ میل از علی گڑھ) تحصیل جگراواں ضلع لدھیانہ (جس کی نسبت سے حضرت شیخ نے لدھیانوی نسبت اختیار کی) کے رہنے والے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم اس قصبے کی مسجد کے پیش امام کے طور پر یہاں آئے اور پھر یہیں بس گئے۔

سلیم پور اپنے علاقے کا بڑا قصبہ تھا، جہاں تھانہ اور ہسپتال بھی تھا۔ اسی قصبے میں حضرت شیخ کی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۴ء میں پیدائش ہوئی (یہ تاریخ حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے)۔

حضرت شیخ نے ابتدائی تعلیم سلیم پور کے ہائی سکول میں حاصل کی۔ مولانا منظور احمد صاحب خلیفہ

---

* صدر دائرۃ المعارف اسلامیہ بورڈ پنجاب یونیورسٹی

مجاز شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اس وقت یہاں کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ان کے علاوہ مولانا محمد ابراہیم صاحب (شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ) جن کا جگراواں میں دینی مدرسہ بھی تھا اور مولانا عبدالرشید صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ بھی اسی قصبے (سلیم پور) رہنے والے اور اور اسی سکول کے اساتذہ میں سے تھے۔ابتدائی زمانے میں حضرت شیخؒ کو ان بزرگوں کی تربیت ملی جو ان کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔

مولانا ابھی آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ تقسیم ہند کا واقعہ پیش آیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اعزاء واقارب کیساتھ ایک بہت بڑے قافلہ کی صورت میں نومبر 1947ء کو پاکستان کی طرف ہجرت کی، عید الاضحیٰ کے دن فیروز پور کی جانب سے پاکستان کی سرحد پر پہنچے اور نماز عشاء تک قصور پہنچ گئے۔ والدین نے گوجرہ کے پاس چک نمبر ۱۶۳ جمارا میں جہاں سلیم پور سے آئے ہوئے بہت سے خاندان آباد ہو گئے تھے۔ سکونت اختیار کی۔ تاہم اس نقل مکانی میں سال ضائع ہو گیا۔ اور آٹھویں جماعت کا امتحان نہ دیا جا سکا۔ اپریل 1948ء میں جب سکول میں تعلیمی سال کی ابتداء ہوئی تحصیل ٹوبہ موروثی پور ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ اور مارچ 1949ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔

## ۲: شوق تعلیم

مولانا کی پیدائش موضع سلیم پور تحصیل جگرواں ضلع لدھیانہ کے ایک چھوٹے سے قصبے میں ہوئی۔ مولانا خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ مولانا کے گاؤں سلیم پور میں تقسیم ہند کے سلسلے میں ایک جلسہ سلیم پور میں رکھا گیا جس میں خطاب کے لیے دیگر علماء کے ساتھ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بھی تشریف لائے ۔ اس وقت مولانا کی عمر دس بارہ برس کی ہوگی۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے جلسے میں کیا خطاب فرمایا تو یہ تو اس چھوٹے سے طالب علم کے ذہن سے اوپر کی باتیں تھیں لیکن مولانا مدنیؒ کی شخصیت کا جادو اس کمسن بچہ پر ایسا چلا کہ مولانا لدھیانویؒ نے اسی وقت دل میں فیصلہ کرلیا کہ وہ جدید تعلیم کے بجائے قدیم اور دینی تعلیم حاصل کریں گے۔

چنانچہ یہ حضرت شیخ کی خوش قسمتی تھی کہ اس وقت موروثی پور سکول میں ہیڈ ماسٹر اللہ دتہ صاحب تھے جو کہ جامعہ ربانیہ کے مہتمم بھی تھے جبکہ جامعہ ربانیہ کے بانی مولانا فضل کریم صاحب انگلش کے ٹیچر تھے اور مولانا عبدالغفور صاحب جو بعد میں آل پاکستان ٹیچرز یونین پنجاب کے صدر بنے، عربی مدرس تھے۔

ان حضرات کی حوصلہ افزائی کچھ قدیم خواہش کی بنا پر دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ چنانچہ سالانہ مڈل کے امتحان سے فارغ ہو کر اپریل 1949ء میں جامعہ ربانیہ میں داخلہ لیا۔ یہاں انہیں مولانا مجد رفیق کشمیری کی صحبت اور خدمت کا موقع ملا۔ جو اس وقت وہاں کے شیخ الحدیث تھے اور معروف اسکالر اور

فاضل ڈاکٹر طفیل ہاشمی کے ماموں بھی تھے۔ دوسال جامعہ ربانیہ میں تعلیم حاصل کی، مولانا نذیر احمد صاحب (شیخ الحدیث وبانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد) بھی مولانا کے ساتھ ہی اس مدرسہ میں داخل ہوئے تھے۔ انکے ساتھ مولانا کرم الٰہی صاحب شاہ کوٹی، جو کہ اپنے آپ کو حضرت تھانویؒ کا خلیفہ مجاز کہا کرتے تھے، کے دو صاحبزادے بھی اسی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ انہی دنوں مولانا کرم الٰہی صاحب کی سرپرستی میں مولانا نذیر صاحب کے گاؤں روشن والا میں دینی مدرسہ اشرف الرشید کے نام سے شروع ہوا۔ تو مولانا نذیر احمد کے ساتھ حضرت شیخ بھی اسی مدرسہ میں چلے گئے اور تین سال تک وہاں کے مختلف اساتذہ سے پڑھتے رہے۔ پھر مشکوٰۃ کے درجے میں پڑھنے کیلئے جامعہ قاسم العلوم ملتان چلے آئے۔ مدرسہ قاسم العلوم (ملتان) میں اس وقت مولانا عبدالخالق صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند (شاگرد رشید حضرت شیخ الہند)، مولانا مفتی محمود صاحب، مفتی محمد شفیع (مہتمم قاسم العلوم)، مولانا ابراہیم تونسوی اور مولانا علی محمد صاحب مرحوم جیسے اساتذہ تعلیم کیلئے مقرر تھے۔ یہاں مختلف انہوں نے اسباق پڑھے۔ (ترمذی اور بخاری، مولانا عبدالخالق صاحبؒ سے اور مسلم شریف مفتی محمود صاحبؒ سے پڑھی)۔

مولانا اللہ وسایا صاحب نے ایک مجلس میں بیان کیا کہ جب حضرت شیخ دینی تعلیم سے فارغ ہوئے اور عمامہ فراغت اپنے سر پر باندھی تو اس رات حضرت شیخ کو ایک ویران اور بے آباد مسجد میں پایا گیا اس وقت شیخ رو رو کر اللہ سے یہ فریاد کر رہے تھے کہ اے اللہ مجھ سے دین کی خدمت کا کوئی کام لے لے۔ چنانچہ جب حضرت شیخ کا جنازہ اٹھایا گیا تو عوام کا جم غفیر اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ حضرت شیخ کی دعا رائیگاں نہیں گئی۔

تدریس کی ابتدا ایک گم نام مدرسے سے کی اور شوال ۱۳۷۵ھ سے شعبان ۱۳۷۶ھ تک جامعہ نعمانیہ کمالیہ میں مدرس رہے لیکن ایک سال ہی گذرا تھا کہ ان کے اساتذہ کی نظر انتخاب ان پر پڑ گئی چنانچہ شوال ۱۳۷۶ھ مفتی محمود صاحب انہیں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں لے آئے اور سال بھر یہاں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔

## ۳: حضرت شیخ لدھیانویؒ مدرسہ دالعلوم کبیر والا میں

اس کے بعد ۱۹۵۷ء/ ۱۳۷۷ھ میں حضرت شیخؒ کو ان کے استاد محترم مولانا عبدالخالقؒ کبیر والا میں لے گئے۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نے کبیر والہ کے مقام دارالعلوم کے نام سے ایک مدرسہ کھولنے کا فیصلہ کیا تو انہیں اساتذہ کی تلاش ہوئی تو انہوں حضرت شیخ کو یہاں بلانے کا فیصلہ کرلیا اور اس مقصد کے لیے شعبان میں حضرت شیخ کو جو اس وقت جامعہ قاسم العلوم میں تدریس کے فرائض انجام

دے رہے تھے، قاسم العلوم میں تشریف لے گیے اور حضرت شیخ کو اپنے مدرسے میں آنے کی دعوت دی اور اس وقت تک نہ اٹھے جب تک حضرت شیخ سے وعدہ نہ لے لیا۔

یہاں تدریس کی فضا سازگار تھی مدرسہ دارالعلوم اس وقت مولانا عبدالخالقؒ صاحب کی نگرانی میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ مولانا عبدالخالقؒ حضرت شیخؒ کی صلاحیتوں کو تاڑ گئے تھے۔ اوران کی سرپرستی شروع فرمادی تھی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بچپن میں حضرت شیخؒ نے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی ایک جھلک دیکھی تھی، جس نے حضرت شیخ کو لدھیانوی کو شعوری طور پر مولانا مدنیؒ کے دامن علمی سے وابستہ کردیا تھا۔ وہ شعوری طور پر مولانا کے قافلے کے ہی ایک فرد تھے۔

یہاں مولانا کو تدریس شروع کیے ہوئے تھوڑا ہی اعرصہ ہوا تھا کہ حضرت شیخ کو ایک دن جامعہ دارالعلوم کبیر والہ کی مجلس شوریٰ نے اجلاس میں بلایا گیا اور حضرت مولانا عبدالخالقؒ کے ایماء پر مجلس شوریٰ نے ان سے کو مدرسہ کا انتظام سنبھالنے کی خواہش ظاہر کی۔ اہتمام اور مالی یا انتظامی ذمہ داریاں سنبھالنا مولانا کے مزاج کے خلاف تھا، وہ ہمیشہ ساری زندگی اہتمام سے دور ہی رہے۔ مدرسہ باب العلوم کہروڑ پکا میں بھی اگرچہ عملاً مولانا صدرالمدرس تھے لیکن انہوں نے اہتمام اور دفتری ذمہ داریوں میں کبھی حصہ نہ لیا۔

بہرحال دالعلوم کبیر والا کی بات ہورہی تھی۔ ظاہر ہے کہ مولانا نے اپنے مزاج کے مطابق انکار کردیا اور فرمایا کہ میرا اور میری بیوی کا روزانہ گھر میں ہانڈی کے مسئلے پر جھگڑا ہوتا ہے جب میں گھر کا انتظام نہیں سنبھال سکتا تو مدرسہ کا انتظام کیسے سنبھال سکتا ہوں؟ یہ کہہ کر حضرت شیخؒ اُٹھ کر چلے گئے۔

بعد میں مولانا عبدالخالقؒ حاجی طفیل صاحب کو لے کر حضرت شیخؒ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا مولانا مجھے معلوم ہے کہ آپ میں اہتمام کی صلاحیت موجود ہے آپ اہتمام کی ذمہ داریاں سنبھال لیں ورنہ میں اہتمام مولانا منظور الحق صاحب کو دے دوں گا، مولانا ظہور الحق اور مولانا منظور الحق دونوں بھائی تھے اور مولانا عبدالخالق کے بھتیجے تھے،۔ مولانا عبدالخالقؒ نے یہ بھی فرمایا کہ پھر آپ ہی روئیں گے اور پریشان ہوں گے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ مولانا منظور الحق اس علاقے میں کافی وقت گذار چکے ہیں اور وہ آپ کے عزیز بھی ہیں اس لیے وہ مہتمم شپ کے لیے ان سے زیادہ موزوں کوئی نہیں۔ اور فرمایا کہ جب دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا قاری طیب کو مہتمم بنانے کے لیے مشورہ ہورہا تھا۔ تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ قاری محمد طیب صاحبؒ حضرت نانوتویؒ کے خاندان سے ہیں اور ان کے پوتے ہیں جتنی ان کو مدرسہ کے معاملات کے ساتھ خیر خواہی ہوسکتی ہے اتنی کسی اور کو نہیں ہوسکتی، چنانچہ قاری محمد طیب صاحبؒ کو ہی مہتمم بنادیا گیا اور وقت نے ثابت کیا کہ یہ فیصلہ درست تھا۔ اس لیے میں بھی گذارش کرتا ہوں کہ مولانا منظور

الحق آپ کے بھانجے ہیں ان کو دارالعلوم کے ساتھ جتنی خیر خواہی ہوسکتی ہے اتنی مجھے یا کسی اور کو نہیں ہو سکتی، رہی یہ بات کہ میں رؤں گا تو اول تو مجھے رونے کی عادت نہیں اور جب تک نبھی میں نبھاؤں گا، جب دیکھوں گا کہ ہماری بن نہیں پا رہی میں چپکے سے مدرسہ سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔(۱)

## حضرت شیخؒ کا انداز تدریس

تاریخ گواہ ہے کہ مولانا نے جس طرح وعدہ کیا تھا اسی طرح نبھائی۔ بالآخر مولانا عبدالخالقؒ کی وفات کے بعد مولانا منظور الحق صاحب ہی مہتمم بن گئے۔ انہوں نے اہتمام سنبھالتے ہی مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے خلاف محاذ کھول دیا اور طرح طرح سے ان کو تنگ کرنے لگے۔ ان کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مولانا حضرت شیخ ؒ کو پڑھانا نہیں آتا لیکن یہ پروپیگنڈہ بھی بے سود رہا تھا۔ مولانا بیشک روایتی قسم کے استاد نہ تھے جو اپنے اساتذہ کی کاپیاں (شرحیں) دیکھ دیکھ کر پڑھاتے ہوں، بلکہ مولانا کا تدریس کا طریقہ اپنا تھا وہ کسی کتاب کی عبارت کا پہلے اپنے طور پر مفہوم سمجھا دیتے اور جب مفہوم سمجھ میں آجاتا تو پھر عبارت پڑھا دیتے، اسی لیے تمام طالب علم ان سے بے حد مطمئن تھے۔ چنانچہ یہ تدبیر ان کے خلاف گئی اس کے بعد مولانا منظور الحق صاحب نے حضرت شیخؒ کو منطق اور فلسفے کی کتابیں بطور اسباق کے پڑھانے کیلئے دیں۔ حضرت شیخؒ کا ہمیشہ یہ اصول رہا کہ تمام کتابیں باقاعدہ مطالعے کے بعد پڑھاتے چنانچہ اُن کا یہ طریقہ کار بھی ناکام رہا۔ راقم الحروف نے 1970 کے شروع میں دارالعلوم کبیر والا میں داخلہ لیا اس وقت سے لیکر حضرت شیخؒ کی وفات تک حضرت شیخؒ ک کے ساتھ رہا۔

یہ غالباً میرا یہاں پر پہلا سال تھا کہ ایک دن مجھے مولانا منظور الحق صاحب نے طلب کیا اور باتوں باتوں میں پوچھا کہ نورالانوار (ملاجیون) آپ کو سمجھ آرہی ہے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں سمجھ آرہی ہے، انہوں نے کہا کہ سناؤ چنانچہ انہوں نے جہاں سے بھی سنا میں نے سنا دیا۔ مولانا منظور الحق یہ سن کر کھسیانے سے ہو گئے۔ بہرحال مولانا منظور الحق کی یہ ترکیب بھی ناکام ہوگئی تو آخر میں حضرت شیخؒ کے پاس اُٹھنے بیٹھنے والوں کی شامت آگئی کبھی معمولی معمولی باتوں پر مطبخ سے کھانا بند کر دیا تھا۔ کبھی کسی طالب علم کا مدرسہ سے اخراج کر دیا جاتا۔ چنانچہ خاکسار بھی انہی لوگوں میں شامل ہے میرا سال کے وسط میں مدرسہ سے اخراج کر دیا گیا پھر حضرت شیخؒ کی خصوصی شفقت سے دوبارہ داخلہ ملا۔ پھر ایک شام کو عصر کے بعد ہاکی کھیلنے کے جرم کی سزا کے طور پر تمام شریک جرم طالب علموں کا کھانا بند کر دیا گیا، ایسی صورت حال میں تمام طالب علموں کی جائے پناہ حضرت شیخؒ ہی تھے۔ جب حضرت شیخؒ ان باتوں پر مولانا منظور الحق سے احتجاج کرتے تو ان کو تکلیف ہوتی تھی مولانا منظور الحق صاحب نے کئی مرتبہ شوریٰ کے اجلاس میں ان باتوں کو پیش کیا کہ

حضرت شیخؒ مدرسہ کے ڈسپلن کی خلاف ورزی کے مرتکب ہورہے ہیں لیکن ان باتوں سے مسجد کے مجلس شوریٰ والے متاثر نہ ہوئے۔

1972ء نیا سال شروع ہوا تو حضرت شیخؒ کے حامی طلبہ میں سے کسی کو داخلہ نہ دیا گیا۔ مولانا کے مشورے سے ایسے تمام طلبہ نے خیرالمدارس ملتان میں داخلہ لے لیا اور میری طرح کے جو چند طالب علم داخلہ لینے میں کامیاب ہوئے ان کے گرد گھیرا تنگ کرلیا۔ یہ حقیقت ہے کہ طلبہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ سے بہت پیار کرتے تھے۔ اب واضح طور پر مدرسہ میں دو جماعتیں یا دو پارٹیاں ہوگئیں ایک پارٹی یا ایک جماعت حضرت شیخؒ کی تھی جو محبت پارٹی کہلاتی تھی اور دوسری پارٹی مولانا منظور الحق صاحب کی تھی۔ اور مولانا منظور الحق کی طرف سے کشیدگی پیدا کی جاتی اور کوشش کی جاتی کہ طلبہ میں تصادم ہو جائے، چنانچہ وسط سال میں جب طالب علم بیٹھے مطالعے میں مصروف تھے کہ مولانا منظور الحق صاحب کے حامی طلبہ نے مولانا عبدالمجید صاحب کے حامی طلبہ پر حملہ کردیا۔ حضرت شیخ کے حامی طلبہ چونکہ بالکل غافل تھے۔ اس لیے ان کو زیادہ چوٹیں لگیں۔ اور کئی ایک کے سر پھٹے۔ اور وہ زخمی ہوئے ان زخمی طلبہ میں خاکسار بھی شامل تھا۔ اس پر فوری طور پر مدرسہ کی انتظامیہ حرکت میں آئی حضرت شیخ سے رابطہ کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ اپنے طالب علموں کو کنٹرول کریں۔ ورنہ جوابی ردعمل شاید سخت ہو جاتا۔ اگلے روز شوریٰ کا اجلاس بلایا اور مدرسہ کو فی الفور بند کرنے کا حکم دے دیا گیا اور طالب علموں کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کو کہا گیا۔

اس مرتبہ مولانا منظور الحق کا مقدمہ مدرسہ کی مجلس شوریٰ میں پیش کرنے اور مولانا کے خلاف کاروائی کرانے کیے مضبوط تھا اور دارلعلوم کی مجلس شوریٰ کے سامنے انہوں نے یہ عذر کیا کہ وہ حضرت شیخ ؒ کے ہوتے ہوئے مدرسہ کا انتظام نہیں چلا سکتے۔ اس لیے یا تو حضرت شیخ کو فارغ کردیا جائے یا انہیں۔ شوریٰ پھر بھی فیصلہ کرنے سے ہچکچا رہی تھی چنانچہ فیصلہ کرنے کا اختیار مولانا خان محمد صاحب کو دے دیا گیا۔ مولانا خان محمد صاحب حضرت شیخ سے بہت متاثر تھے لیکن انہوں نے مصلحت آمیز فیصلہ دیا اور مولانا کو مدرسہ چھوڑنے کا کہہ دیا گیا۔ اس طرح حضرت شیخ نے اپنے استاد محترم کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اسے حتی المقدور پورا کیا اور مدرسہ دارلعلوم کبیر والہ اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک مدرسہ والوں نے انہیں ایسا کرنے کے لیے نہ کہہ دیا۔

## نئی منزل کی تلاش

اس وقت حضرت شیخ کی عمر چالیس برس تھی اور ان سے متعارف ہو چکے تھے۔ اس لیے حضرت شیخؒ کے لیے اب مشکل مرحلہ درپیش تھا کہ اب ان کی اگلی منزل کیا ہو۔ کئی مدارس نے اپنی اپنی پیش

کشتیں بجھوائیں، انہی میں سے ایک پیش کش جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کی طرف سے بھی تھی ۔ عام طور پر فیصلہ کرنے کے لیے یہ باتیں اہم سمجھی جاتی ہیں کہ کس مدرسے میں تنخواہ اور آسائشیں زیادہ ملیں گی ۔اور بڑا مدرسہ کن سا ہے؟۔لیکن حضرت شیخؒ کی ترجیحات میں یہ سب باتیں شامل نہ تھیں۔ ان کے لیے یہ بات باعث ترجیح تھی کہ کس مدرسہ کو ان کی زیادہ ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت شیخؒ نے کہروڑ پکا کے لیے آباد اور ویران مدرسہ کو آباد کرنا مناسب سمجھا، چنانچہ اس کے مہتمم خورشید عباسی مرحوم اور ان کے جواں سال صاحبزادے غلام محمد عباسی کی دعوت پر کہروڑپکا جانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت کہروڑ پکا میں نہ بجلی تھی نہ گیس اور نہ ہی دیگر شہری آسائشیں تھیں ۔اسی لیے مجھ سمیت حضرت شیخؒ کے تمام حامیوں کو حضرت شیخؒ کا فیصلہ اچھا نہ لگا، لیکن چونکہ حضرت شیخؒ عزم کر چکے تھے لہٰذا اسی پر عمل کیا گیا۔

کہنے کو تو یہ مدرسہ تھا۔ لیکن مدرسہ کو دیکھ کر لگتا تھا کہ یہ تو کبھی آباد تھا ہی نہیں تھا۔ اور نہ ہی یہاں کوئی قابل ذکر عمارت موجود تھی۔ اور حال یہ تھا کہ مدرسہ میں چاروں طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ اور اس میں علاقے کے باسی یہاں گدھے باندھے جاتے تھے۔

عباسی صاحب نے سرپرستی تو فرمائی لیکن مدرسے کا اندرونی اور بیرونی انتظام حضرت شیخؒ کو سونپ دیا اور مولانا کے دور 1973ء تا 2015ء کے دوران میں انہوں نے اڑتالیس سالوں میں کبھی انہوں نے جامعہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی، اس طرح حضرت شیخؒ نے مدرسہ کا انتظام بھی خود سنبھالا اور اس کے لیے اپنے لائق شاگردوں کی خدمات حاصل کیں۔

شروع میں بجلی کا نظام نہیں تھا مگر دو سال کے بعد بجلی آ گئی۔ اور آہستہ آہستہ مدرسہ کی عمارتیں بننا شروع ہو گئیں اور اب مدرسہ......واقعی مدرسہ نظر آنے لگا۔

شروع شروع میں مدرسہ میں بھڑوں نے چھتے نے بنا رکھے تھے، ان کی صفائی کا مرحلہ آیا تو حضرت شیخؒ نے خود فرمایا کہ مجھے بھڑیں نہیں کاٹتیں، اس لیے بھڑوں کے چھتے میں خود صاف کروں گا۔ چنانچہ حضرت شیخؒ نے بھڑوں کے چھتے خود صاف کیے۔

الغرض شعبان ۱۹۷۳ء سے شوال ۱۹۷۳ء تک کا وقت صرف مدرسہ کی صفائی ستھرائی میں لگ گیا اور کہیں شوال میں جا کر مدرسہ کی حالت بہتر ہوئی ۔ بالآخر مولانا کی قربانیاں رنگ لائیں اور مدرسہ باب العلوم پاکستان بھر کے مدارس میں ایک نمایاں مدرسے کے طور پر ابھرا۔

مولانا مشتاق احمد مرحوم شروع شروع میں اس مدرسہ کے ناظم تھے۔ وہ بڑے محنتی انسان تھے اور

مولانا حضرت شیخؒ کو بھی ان سے بے حد محبت تھی۔ انہوں نے مدرسہ کو سنوارنے میں بڑی محنت کی افسوس کی، وہ شادی کے بعد نوجوانی میں ہی انتقال فرما گئے۔

اس کے بعد مولانا ظفر احمد اس کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ انہوں نے بڑی محنت کی اور مدرسہ کی تعمیر وترقی کے لیے دن رات کام کیا۔ آخر میں کچھ اختلافات کے باعث وہ مدرسہ سے الگ ہو گئے۔ آج کل مولانا حبیب الرحمٰن کلورکوٹی اور مولانا افتخار احمد صاحب مشترکہ طور پر انتظامی ذمہ داریاں سنبھال رہے ہیں۔ حضرت شیخؒ ان دونوں سے بہت راضی اور خوش تھے۔

بعد کے واقعات وحالات نے ثابت کر دیا کہ حضرت شیخؒ کا فیصلہ درست تھا اور اس فیصلہ نے حضرت شیخؒ کی بدولت اس پس ماندہ علاقے اور اس کے علمائے کرام کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اور لگتا تھا کہ جنگل میں منگل بنا دیا گیا ہے۔

## روحانی مدارج کی تحصیل

حضرت شیخؒ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی طور پر بہت مستحکم درجہ عطا کیا تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری (م۱۹۶۲ء) کی انہوں نے زیارت کی تھی۔ البتہ ان سے بیعت کی نوبت نہ آئی۔ اسی دوران مولانا عبدالعزیز گمتھلویؒ پر ان کی نگاہ پڑی۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کسی کام سے جا رہے تھے اور بس کمالیہ کے اڈے پر کھڑی تھی۔ ان کو دیکھتے ہی حضرت شیخؒ کی دل کی حالت اتھل پتھل ہوگئی۔ اور وہ اپنی اس کیفیت کو اس طرح سے بیان کرتے تھے۔......

سفید ریش پیرے بردش بیک نگاہے ولم کہ رم نبودے زپری روجواناں

پھر مولانا حضرت گمتھلویؒ سے بیعت ہو گئے۔ اور ان کے قریبی اور معتبر حلقوں میں شمار کیے جانے لگے۔ لیکن حضرت سے خلافت نہ ملنے پائی تھی کہ حضرت مولانا سعید احمد رائے پوریؒ سے ان کے اختلافات ہو گئے۔ اور بالاخر انہیں اپنی خانقاہ سے رشتہ عقیدت توڑنا پڑا۔

بعد ازاں حضرت شیخ نے اصلاح باطن کا تعلق حضرت شیخ سید انور حسین نفیس رقم سے جوڑ لیا۔ اور حضرت نفیس شاہ صاحبؒ نے انہیں جلد ہی اجازت وخلافت عطا کر دی۔ مولانا انور حسین نفیس رقم سلسلہ عالیہ قادریہ رائپوریہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی طرف سے خلیفہ مجاز تھے اور اپنے نام ہی کی طرح بڑے نفیس بزرگ تھے۔ ان کی خانقاہ (راوی پار) میں مولانا کا بڑا احترام تھا۔

اسی طرح ان کا روحانی تعلق کا رشتہ حضرت مولانا جمیل احمد میواتی سے قائم ہوا حضرت مولانا جمیل احمد میواتی بڑی محبت والے بزرگ تھے انہوں نے بھی حضرت شیخؒ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

لیکن حضرت شیخ لدھیانویؒ وظائف اور دل کے لطائف پر یقین نہ رکھتے تھے، البتہ ان کو حدیث میں بیان کردہ مسنون دعاؤں کے پڑھنے میں مزہ آتا تھا۔ اور وہ مزے لے لے کر یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ دلائل الخیرات اور الحزب الاعظم پڑھنے کی انہوں نے مولانا عاشق الٰہی صاحب سے اجازت حاصل تھی۔ وہ بڑے شوق سے ان کا روزانہ ورد کرتے تھے۔ یہ چونکہ ساری مسنون دعائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے تحفے ہیں انہیں پڑھنے میں مولانا لذت محسوس کرتے تھے۔

حضرت شیخؒ تواضع اور انکساری کا مجسمہ تھے۔ انسان کو عادت ہوتی ہے کہ اپنے اپنے عہدوں کے بارے میں شیخیاں چھوڑتا ہے مولانا کی عادت اسکے برعکس یہ تھی کوئی جب بھی ان سے ان کے عہدے کے بارے میں پوچھتا تو کبھی بھی انہوں نے جواباً اپنے لیے شیخ الحدیث یا صدر مدرس کا لقب اختیار نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ یہ فرماتے کہ میں تو ایک مدرسہ میں مدرس ہوں۔ اس سے بڑھ کر انہوں نے کبھی کوئی بات نہ کی۔

جب حضرت شیخؒ عالمی ختم نبوت کے مرکزی امیر منتخب ہوگئے تو بھی حضرت شیخؒ کا یہی حال رہا۔ اور مدارس کے خلاف حکومتی احکامات کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند سے اس تعلیم کا سلسلہ ایک درخت اور ایک استاد سے شروع ہوا اور اگر یہی حالات رہے تو دوبارہ یہی نوبت آجائیگی کہ ایک درخت اور ایک استاد اور ایک طالبعلم سے یہ کام شروع ہوگا اور مولانا فرمایا کرتے تھے کہ وہ استاد میں ہوں گا۔

حضرت شیخؒ کی شفقت اور محبت تمام طالب علموں پر یکساں ہوتی تھی خاص طور پر ذہین اور غریب طالب علموں پر حضرت شیخؒ کی خصوصی شفقت رہتی تھی۔ جو لوگ حضرت شیخؒ کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے حضرت شیخؒ ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضرت شیخؒ کی شفقت اور نرم دلی کا تو یہ عالم تھا کہ جب بھی کبھی حضرت مولانا منظور الحق صاحب کا تذکرہ ہوتا تو حضرت شیخؒ باوجود شدید اختلافات کے اور ان کی طرف سے شدید اذیتوں کے نہایت ادب اور احترام کے ساتھ اُن کا تذکرہ فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بعد میں مولانا منظور الحق صاحب بڑے پچھتاتے تھے کہ ان سے غلطی ہوگئی تھی۔ اور یہ کہ ان کے ساتھ آخری عمر میں تعلقات بڑے خوش گوار ہوگئے تھے۔

حافظ عبدالرشید صاحب (کراچی والے) کو حضرت شیخؒ کے ساتھ خصوصی نسبت تھی اسی نسبت کی بدولت حضرت شیخؒ بھی ان کا خاص خیال رکھتے۔ اور بہت سارے سفر حرمین حضرت شیخؒ نے حافظ صاحب کی معیت میں کیے جن میں سے ایک دو میں خاکسار کو بھی یہ توفیق ملی۔

مولانا کو تقریباً تیس چالیس سال سے شوگر تھی لیکن حضرت شیخ نے کبھی شوگر کو ذہن پر مسلط نہیں فرمایا۔ انہوں نے صحت مند زندگی گذاری۔ کچھ عرصے کے بعد ان کو دل کا بھی عارضہ لاحق ہوگیا جو آہستہ

آہستہ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ چار میں سے تین وال بند ہو گئے ڈاکٹروں نے بائی پاس نہ کروانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جب کسی سخت کام کرنیکی نوبت آتی تو مولانا کے دل پر اثر ہوتا البتہ کچھ دیر تک دل کی مالش کرنے سے طبیعت بہتر ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ان کو تکلیف ہوئی تو چیک اپ کے لیے ان کو ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا اور ڈاکٹروں نے ایک پورا دن ان کو چیک کرنے میں صرف کیا۔ اور پھر یہ نتیجہ نکالا کہ ہم نے تمام چیک اپ مکمل کر لیا ہے آپ کو کبھی بھی کچھ ہو سکتا ہے لہٰذا احتیاط رہیں یہ سن کر حضرت شیخؒ کھلکھلا کر ہنس دیے اور فرمایا کہ ہم نے تو جب سے ہوش سنبھالی ہے اس وقت سے علم ہے کہ کبھی بھی کچھ ہو سکتا ہے یہ آپ نے کونسی نئی بات بتائی ہے۔

الٰہی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا، آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا

حضرت شیخؒ کی وضع قطع ہمیشہ سے ایک سی رہی۔ جبہ وقبہ اور دستار کبھی آپ کو پسند نہ تھی۔ تمام عمر ایک ہی طرح کا لباس پہنا اور اسی پر فخر محسوس کیا۔ بعض اوقات دیکھنے والے حضرت شیخؒ کو ایک عام سا مولوی سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ حرم میں حافظ عبیداللہ کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ عربی شخص آ گیا۔ جب حافظ عبیداللہ نے یہ بتایا کہ یہ پاکستان کے جید علماء میں سے ہیں تو عربی نے کہا اتقرأ فاتحہ خلف الامام (کیا تم نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہو؟) تو حضرت شیخؒ نے جواب دیا "لا" (نہیں) عربی نے کہا "وقد قال رسول اللہ ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب (حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوئی جس نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی۔) اس پر حضرت شیخؒ نے جواب دیا "نعم وقد قال رسول اللہ ﷺ من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ" (ہاں! اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کا کوئی امام ہو تو اس کی قرأت اس کی مقتدی کی قرأت ہے)، اس نے کہا نحن نقرئہ بین سکتات الامام (ہم لوگ امام کے وقفوں کے درمیان پڑھتے ہیں)۔ اس پر حضرت شیخؒ نے کہا "اقال رسول اللہ ﷺ اقرؤا فاتحۃ الکتاب خلف الامام بین سکتات الامام (کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ تم لوگ امام کے پیچھے وقفوں کے دوران سورۃ الفاتحہ پڑھو)۔ اس نے جواب نہیں "لا" نہیں۔ اس پر آخری حجت کے طور پر مولانا نے فرمایا "ھذا اجتہاد امامکم وھذا اجتہاد امامنا فنحن وانتم سواء (یہ تمہارے امام صاحب کا اجتہاد ہے اور یہ ہمارے امام صاحب کا اجتہاد ہے پس ہم اور تم برابر ہیں یہ سن کر وہ لاجواب ہو گیا۔

طالب علموں کی مشکلات کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے میں حضرت شیخؒ کا جواب نہیں تھا۔ اس

بارے میں حضرت شیخ کے ہاں اپنے اور بیگانے کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ حضرت شیخ طالب علموں کی تربیت کا انداز منفرد تھا۔ عام طور پر طالب علموں کی تربیت کیلئے ان پر سختی کی جاتی اور پابندیاں لگائی جاتی ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ طالب علموں پر پابندیاں لگانے اور انکو روک ٹوک کرنے سے انکی اصلاح ہوجاتی ہے۔ حالانکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ الانسان حریض لما منع (انسان کو جس چیز سے روکا جاتا ہے انسان ان کاموں کا حریص ہوجاتا ہے) لہٰذا حضرت شیخؒ کا طریق تربیت یہ تھا کہ طالبعلم کے ذہن میں اچھائی اور برائی کے دونوں پہلو واضح کردیئے جائیں اور پھر ساری ذمہ داری اسی پر عائد کردی جائے، مولاناؒ کے اس انداز سے اکثر و بیشتر طالب علم سمجھ جاتے تھے اور ان سے برائی کا استیصال ہوجاتا تھا۔ حضرت شیخ کے اسی انداز تربیت نے بہت سے طالبعلموں کی زندگیوں کو بدل ڈالا اور انہیں نماز کا پابند بنادیا۔

حالات حاضرہ پر حضرت شیخؒ کی بڑی گہری نظر تھی جدید رسائل اور جرائد کا مطالعہ بڑی باریک بینی سے فرماتے تھے اور ان میں کوئی بات تربیت کے نقطہ نگاہ سے ضروری ہوتی تو اس کو طلبہ کے سامنے درس میں اس انداز میں تبصرہ فرماتے کہ اس سے سننے والوں کو نصیحت حاصل ہوتی۔

عام طور پر اصلاحی موضوعات پر حضرت شیخؒ گھنٹوں بولتے تھے اور انہیں تھکن محسوس نہیں ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ ایک علمی دریا مسلسل بہاؤ میں ہے۔

## مولانا کی شادی خانہ آبادی

حضرت شیخؒ ابھی تعلیم کے دوسرے یا تیسرے سال میں تھے اور گھر والوں سے تعلقات منقطع تھے کہ انہی دنوں کمالیہ کے بھائی عبداللطیف کے ساتھ کسی طرح حضرت شیخؒ کا رابطہ ہوگیا۔ عبداللطیف صاحب کاروباری آدمی تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ لڑکا تو ذہین بھی ہے اور قابل بھروسہ بھی۔ اس پر انہوں نے اس شرط پر اپنی بیٹی حضرت شیخؒ کے نکاح میں دے دی کہ جب تک حضرت شیخؒ کی تعلیم مکمل نہیں ہوگی وہ انہی کے ہاں ہی قیام کریں گے چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق حضرت شیخؒ کی شادی خانہ آبادی ہو گئی اور حضرت شیخؒ کی اہلیہ صاحبہ حضرت شیخؒ ہی طرح بڑی صفائی اور نفاست پسند خاتون تھیں اور شیخؒ کا بڑا احترام کرتی تھیں۔ جن دنوں حضرت شیخؒ جامعہ دارالعلوم کبیروالا میں تھے اور حضرت شیخؒ کا کچا مکان تھا تو حضرت شیخؒ کی اہلیہ اس کچے مکان کو بھی شیشے کی طرح صاف ستھرا رکھتی تھیں۔ مگر سوئے اتفاق سے حضرت شیخؒ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت شیخؒ کو بہت سے لوگوں نے مشورہ دیا کہ وہ دوسرا نکاح کرلیں لیکن حضرت شیخؒ نے نکاح نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی اس بارے میں کبھی سوچا۔

مولانا کی ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار گذری۔ بچوں کی طرف سے فراغت کی بنا پر مولانا کی

مکمل توجہ تدریس اور طلبہ کی ہی طرف مبذول رہی ۔ مولانا کو ہم نے اس صورت حال میں کبھی پریشان نہیں دیکھا۔ خالہ جی ضرور پریشان رہتی تھیں ۔

جب ۲۰۰۸ء میں خالہ جی انتقال فرما گئیں تو انہیں ان کے آبائی شہر کمالیہ ہی میں سپرد خاک کیا گیا اور اس موقع پر حضرت شیخ نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا ۔ اس روز حضرت شیخ مکمل طور پر صبر وشکیب کی تصویر بنے ہوئے تھے ۔ حضرت شیخ کی زندگی کی ساتھی اور رفیق کار حضرت شیخ سے بچھڑ گئی تھی اس موقع پر شیخ مکمل صبر کی تصویر بنے ہوئے دوسروں کو دلاسہ دے رہے تھے ۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے ایک روز فرمایا ''اب یوں لگتا ہے کہ میں ایک کھونٹے سے بندھا ہوا تھا، میں جہاں بھی ہوتا گھر سے رابطہ ضرور رکھتا تھا اور جہاں بھی جاتا گھر آنے کا تقاضا رہتا تھا، لیکن آج یہ کھونٹا ہی کھل گیا ہے اور کوئی قید یا پابندی باقی نہیں رہی ۔

مرحومہؒ بہت صابرہ اور شاکرہ خاتون تھیں حضرت شیخ کی معمولی سی تنخواہ تھی ہمیشہ اسی میں گذارا کیا اور کبھی گلہ شکوہ نہیں کیا ۔ البتہ انہیں فکر رہتی تھی کہ اگر مجھے کچھ ہوگیا تو مولانا تو اپنے شاگردوں کے ساتھ وقت گذار لیں گے اور اگر حضرت شیخ کو کچھ ہوگیا تو ان کے لیے وقت گذارنا مشکل ہوگا ۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا کرنا یوں ہوا کہ پہلے خالہ جی فوت ہوئیں اور یوں دوسری صورت کی نوبت ہی نہیں آئی ۔ اور پھر حضرت شیخ کا وصال ہوا ۔

حضرت نفیس شاہ صاحب کی اہلیہ بھی ان کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئیں تھیں ، انہوں نے بھی عقد ثانی نہیں فرمایا ، لیکن جب حضرت شیخ کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو حضرت نفیس شاہ صاحبؒ نے خاکسار کے ذریعے ایک دو مرتبہ حضرت شیخ کو پیغام دیا کہ وہ عقد ثانی فرمالیں ۔ ایک مرتبہ حضرت نفیس شاہ صاحبؒ کی موجودگی میں حضرت شیخ سے اس بات کا ذکر ہوا تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ پہلے نصیحت کرنے والے کو خود اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے ، یہ سن کر حضرت نفیس شاہ صاحب مسکرا دیے ۔ اور فرمایا کہ بھائی یہ کام طاقت کے ساتھ مشروط ہیں ۔ اب ہمارے اندر طاقت کہاں ۔

حضرت شیخ نے ساری عمر نہ تو مال جمع کیا اور نہ ہی مال جمع کرنے کی کوئی تدبیر کی ۔ اپنی زندگی ہی میں اپنی لائبریری کی کتب اور گھر کا ساز وسامان مدرسہ باب العلوم کو وقف کر دیا تھا اور آپ جس طرح آئے تھے اسی طرح دنیا سے چلے گیے اور بے اولاد ہونے کے باوجود اپنے پیچھے لاکھوں شاگرد سوگوار چھوڑ گئے ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آخرت میں ان سے نسبت کی بدولت اللہ پاک ہماری بھی بخشش فرمائے......

افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی　　　　پیدا کہاں ایسے پراگندہ طبع لوگ

## تصانیف

حضرت شیخؒ نے باقاعدہ تصنیف تو نہیں کی ،لیکن حضرت شیخؒ کے شاگردوں نے حضرت لدھیانویؒ کے خطبات کو کیسٹوں سے جمع کر کے ان کی ساری تقاریر کو جمع کر دیا ہے اور درج ذیل مجموعے شائع ہو گئے ہیں۔

### ۱: خطبات حکیم العصر

(۱۳ مجموعے) یہ حضرت شیخؒ کی تقریروں اور بیانات کے مجموعے ہیں اور جس طرح خطیب بات کرتا ہے اسی طرح ان میں تصرف کیے بغیر ان کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ خطبات مختلف موضوعات پر حضرت شیخؒ کے مطالعے کا نچوڑ ہیں اور انداز بیاں عامیانہ اور دل چسپ ہے۔ پہلی مرتبہ حکیم العصرؒ ٹرسٹ نے انکو شائع کیا۔

### ۲: تبیان القرآن

قرآن مجید کی تفسیر، (نامکمل) حضرت شیخؒ نے تمام زندگی قرآن مجید کا درس دیا مکتبہ شیخ العصر کے زیر اہتمام حضرت شیخؒ کے تفسیر قرآن مجید کے تمام خطبات کو جمع کر کے افادہ عام کے نقطہ نظر سے شائع کر دیا گیا۔ چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور باقی جلدیں شائع کرنے کا اہتمام محترم انیس صاحب کے ذمہ لگایا گیا ہے۔


تعلیم تبلیغ تربیت

بعثتِ مصطفیٰؐ کا مقصد • توحید و آخرت • تلاوتِ آیات • تفہیم کتاب • تعلیم حکمت • تزکیہ نفس • غلبہ دین

امتی کی ذمہ داریاں ختم نبوت کا تقاضا: حضورؐ کی آمد کا مقصد پورا کرنے کیلئے امتِ مصطفیٰؐ مسلسل انبیاء والا کام کرتی رہے۔
امت وسط اور خیر امت کی حیثیت سے تمام انسانوں پر شہادت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ، دین کامل اور اقبال کا مردِ مومن

یہ کام کیسے ہو؟ تقویٰ اور تزکیہ نفس کیلئے مسلسل تربیت، ذاتی اصلاح، اہل خانہ کی تربیت اور ماحول کی بہتری کی خاطر ایک اچھا مسلمان اور مصلح بننے کیلئے قرآن و سنت کی روشنی میں

مفت کتابیں
بلا معاوضہ اصلاحی تربیت

مربی بنئے
(جامع دینی تعلیم اور مسلسل روحانی تربیت)

ملک اور بیرون ملک سے
خواتین و حضرات کیلئے

دعوت فاؤنڈیشن پاکستان

مکان نمبر 1، STI کالونی پلاٹ نمبر 7 سیکٹر H-9 اسلام آباد فون: 051-4444266، موبائل: 0323-5131416
0313-8484860

ای میل: anfides@gmail.com